تحقیق و تنقید

جناب غازی عزیز

الخبر (المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

شادی بیاہ کی تقریبات
کے ضمن میں
ایک اصلاحی تحریک کا جائزہ

شادی بیاہ کی تقریبات اور اس کے خود ساختہ لوازم و رسوم نے دورِ حاضر میں جس بڑے پیمانے پر معاشرتی برائی کی صورت اختیار کر لی ہے، اس کا شدید احساس ہر صاحبِ نظر اور ملک و ملت کے بیشتر درد مند حضرات کو ہے۔ آپ کو اپنے ہی علاقہ میں متوسط طبقہ کے ایسے بے شمار گھر مل جائیں گے جہاں مسلمان بیٹیاں اور بہنیں شادی کے بغیر صرف اس لئے بیٹھی اپنی عمریں ضائع کر رہی ہیں کہ ان کے والدین اور سرپرست اپنی معاشی پسماندگی کے باعث شادی بیاہ کے رسم و رواج اور جہیز و دعوت کے جملہ لوازم و تکلفات سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت و ہمت نہیں رکھتے۔ اس سماجی برائی کو معاشرہ سے ختم کرنے کے لئے بعض مقامات پر انفرادی طور پر اور بعض جگہوں پر اجتماعی یا برادری کی سطح پر کچھ کوششیں کی گئی ہیں، جن کے مثبت اور کافی خوش آیند اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ وقت کے اس اہم تقاضا کو پورا کرنے کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ خطبۂ نکاح کا مطلب و مفہوم اور اس کی غرض و غایت مقامی زبان میں سنائی جائے، وہیں زوجین کے باہمی فرائض و حقوق کی تعلیمات کو عام بھی کیا جائے اور سادگی و وقار کو اپناتے ہوئے تمام غیر شرعی و غیر مسنون رسموں کو ترک کر دیا جائے۔

معاشرتی اصلاح کی اس سلسلہ کی ایک کڑی مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور و امیر تنظیمِ اسلامی پاکستان جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی اصلاحی تحریک بھی ہے۔ موصوف کی اس

تحریک کو "شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں اتباعِ نبوی پر مبنی ایک اصلاحی تحریک" کا عنوان دیا گیا ہے۔ تنظیم اسلامی پاکستان کے ترجمان ماہنامہ "میثاق" لاہور کے معاون مدیر جناب شیخ جمیل الرحمان صاحب (جن کا شمار ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے قریبی رفقاء میں ہوتا ہے) فرماتے ہیں کہ:

"الحمد للہ! اس تحریک کے رفتہ رفتہ اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور اس سے متاثر ہو کر پنجاب خاص طور پر لاہور میں بہت سے اہلِ ثروت حضرات نے اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔" [1]

اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی ایک فکر انگیز تحریر اولاً ماہنامہ "میثاق" لاہور[2] میں شائع ہوئی تھی۔ بعد ازاں وہی تحریر چند صفحاتی ہینڈبل کی صورت میں شائع ہو کر تقسیم ہوئی۔ پھر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام اڑتالیس صفحات پر مشتمل ایک مستقل کتابچہ کی شکل میں "مع خطبۂ نکاح کا ہماری معاشرتی زندگی سے تعلق" شائع کی گئی ہے۔ کتابچہ مذکورہ کا ایک نسخہ (طبع مارچ ۱۹۸۵ء بار سوم) راقم کے پیشِ نظر ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی اسی اصلاحی تحریک کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

"اتباعِ سنت کے پہلے قدم کے طور پر کم از کم شادی بیاہ کی تقریبات اور رسومات کے ضمن میں تو ہمیں یہ طے کر ہی لینا چاہیے کہ ان میں سے صرف وہی چیزیں باقی رکھی جائیں جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مل جائے اور باقی تمام بعد کی ایجاد کردہ یا باہر سے در آمد شدہ رسومات کو پوری ہمت اور جرأت کے ساتھ پاؤں تلے روند دیا جائے ..... الخ" [3]

محترم ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت پر مرتب کتابچہ جناب جمیل الرحمن صاحب نے ایک حاشیہ اس طرح درج فرمایا ہے۔

"یہ بات بہت قابلِ توجہ ہے۔ اس لئے کہ واقعہ یہ ہے کہ اصلاح الرسوم کے

---

[1] "شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں اتباعِ نبوی پر مبنی ایک اصلاحی تحریک" صلا - [2] ماہنامہ میثاق ماہ فروری ۱۹۷۸ء
[3] "شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں - الخ" صلا

لئے واحد ممکن اور ٹھوس بنیاد صرف اور صرف اتباعِ سنت کا اصول ہے، اس کے سوا جو کوشش کی جائے گی وہ اسی طرح غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گی جس طرح سادگی کا وعظ۔" ۴۵

محترم ڈاکٹر صاحب نے اصلاح الرسوم کے لئے اتباعِ سنت کی ٹھوس اور مؤثر بنیاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو چند تجاویز پیش فرمائی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

"مثلاً یہ کہ نکاح مسجد میں ہونا چاہیئے۔ جہیز اور بری وغیرہ کی نمائش بالکل نہیں ہونی چاہیئے۔ گھروں کی تزئین و آرائش اور بالخصوص روشنی وغیرہ پر اسراف سے بچنا چاہیئے اور دعوتِ طعام صرف ایک ہونی چاہیئے، یعنی دعوتِ ولیمہ۔ لڑکی والوں کی جانب سے نکاح کے موقع پر دعوتِ طعام کا سلسلہ بالکل بند ہو جانا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔" ۵۵

ایک اور مقام پر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"اس مرحلے پر پہلے اقدام کے طور پر راقم نے تین چیزوں پر زور دینے کا فیصلہ کیا۔ ایک یہ کہ نکاح مسجد میں منعقد ہو، دوسرے یہ کہ لڑکی والوں کی طرف سے کوئی دعوتِ طعام نہ ہو، اور تیسرے یہ کہ بارات کا تصور بالکل ختم کر دیا جائے۔ الخ" ۶۵

ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا تجاویز میں سے دو چیزیں واقعتاً محلِ نظر ہیں:

۱ "یہ کہ نکاح مسجد میں ہونا چاہیئے۔"

۲ "دعوتِ طعام صرف ایک ہونی چاہیئے یعنی دعوتِ ولیمہ۔ لڑکی والوں کی جانب سے نکاح کے موقع پر دعوتِ طعام کا سلسلہ بالکل بند ہونا چاہیئے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین میں نئی نئی چیزوں کے داخل کرنے کو "محدثات" یا "بدعات" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور تمام محدثات کو پاؤں تلے روند دینے میں ہی دین و ملت کی فوز و فلاح مضمر ہے۔ لیکن ان ہر دو تجاویز کے متعلق اصل قابلِ غور بات یہ ہے کہ اتباعِ سنت کی ٹھوس اور مؤثر بنیاد کے پیش نظر یہ کہاں تک درست ہیں؟

اس سلسلہ میں چند امور پر گفتگو کی جائے گی، وہ یہ ہیں: نکاح کا مسنون مقام کیا ہے؟ کیا گھروں، مدرسوں، شادی ہالوں (MARRIAGE HALLS) یا کسی اور مقام پر نکاح منعقد کرنا غیر مسنون اور بعد کی ایجاد ہے؟ مساجد میں نکاح کی شرعی دلیل اور اس کا مقام کیا ہے؟

مساجد میں نکاح کے فوائد، ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور لڑکی کے گھر دعوتِ طعام میں شرکت کرنا آیا شرعاً درست ہے یا مکروہ یا حرام وغیرہ؟

سنتِ نبویؐ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انعقادِ نکاح کے لئے کوئی خاص وقت، حالت اور مقام مقرر نہیں ہے۔ دن و رات میں کسی بھی وقت قیام و سفر ہر دو حالت میں، اسی طرح جائے رہائش، مساجد یا کھلے میدانوں میں سے کسی بھی مقام پر بلا کسی تردد نکاح کیا جا سکتا ہے۔ حالتِ سفر میں، وطن سے دُور، کھلے میدانوں میں نکاح کے متعلق ایک صحیح حدیث میں مروی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنىٰ عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ إِلَىٰ وَلِيْمَتِهِ" الخ[۷]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور مدینہ کے درمیان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے لئے تین دن ٹھہرے۔ میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ کی دعوت دی۔ الخ"

جائے رہائش پر انعقادِ نکاح بعد کی ایجاد یا درآمد شدہ رسم نہیں ہے بلکہ علماء وصلحاء کا قرناً بعد قرنٍ اس پر تعامل چلا آ رہا ہے۔ البتہ شادی خانوں کا پہلے زمانوں میں کہیں وجود نہ تھا۔ بڑے شہروں میں موجودہ دور کی رہائشی قلت (ACCOMMODATION CRISIS) کے پیشِ نظر ان کا قیام وجود میں آیا ہے، لیکن اس سلسلہ میں انہیں گھروں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

مساجد کی غرض و غایت چونکہ صرف نماز و اعتکاف، وعظ و نصیحت، دعا و ذکر، استغفار وغیرہ کی نہیں ہوتی، بلکہ مساجد کو ہر مسلم معاشرہ میں اس علاقہ کی، جہاں وہ موجود ہو، اجتماعی اور مرکزی حیثیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ کے گھر کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں تمام جائز سیاسی، تعلیمی، معاشرتی، تجارتی، فوجی اور مذہبی امور انجام دینے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسا کرنا خیر و برکت کا باعث بھی ہے۔ مرد و عورت کے نکاح سے معاشرہ میں ایک

۴؎ ایضاً صفحہ حاشیہ ۱ ۵؎ ایضاً صفحہ ۶؎ ایضاً صفحہ

۷؎ متفق علیہ وکذا فی المنتقیٰ الاخبار لشیخ الاسلام ابن تیمیہ مترجم ج ۲، صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳ طبع لاہور

نئے خاندان کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس نئے خاندان کی ابتداء سنت نبوی کے طریقہ پر خطبۂ نکاح اور ایجاب وقبول سے انجام پاتی ہے۔ مساجد میں نکاح اور ایجاب وقبول کو کوئی اگر اپنے لئے باعث عار سمجھے تو وہ اس شخص کی غلط فہمی ہے۔ مساجد میں نکاح منعقد کرنے کے لئے عموماً جو حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے، اس کا ذکر مرتب کتابچہ جناب شیخ جمیل الرحمٰن صاحب نے بھی اپنے مقدمہ میں فرمایا ہے۔ یہ حدیث اس طرح ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ ..... وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ"[1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کیا کرو، اسے مساجد میں منعقد کرو اور اس موقع پر دُف بجاؤ۔"

مذکورہ بالا حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام بیہقیؒ نے بطریق احمد بن منیع عن یزید ابن ہارون عن عیسیٰ ابن میمون الانصاری عن القاسم بن محمد عن عائشہ رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے متعلق امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ: "یہ حدیث حسن غریب ہے اور عیسیٰ بن میمون الانصاری احادیث روایت کرنے میں ضعیف ہے۔"[2] امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ "عیسیٰ بن میمون ضعیف ہے۔" حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: "عیسیٰ بن میمون، جو طبقہ سادسہ سے تعلق رکھتا ہے ضعیف ہے۔" امام بخاریؒ فرماتے ہیں "منکر الحدیث ہے"۔ ابن حبانؒ کا قول ہے: "وہ جو احادیث بیان کرتا ہے وہ سب موضوع ہوتی ہیں۔" ابن حبانؒ کا ایک دوسرا قول ہے کہ: "اس کی روایات کچھ بھی نہیں ہوتیں۔" امام ذہبیؒ تلخیص مستدرک میں فرماتے ہیں کہ: "متہم ہے"۔ امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ: امام بخاریؒ نے فرمایا "عیسیٰ بن میمون جس نے اَعْلِنُوا النِّكَاحَ والی حدیث روایت کی ہے، ضعیف بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔" ابن معینؒ کا قول ہے: "اس کی حدیثیں کچھ بھی نہیں ہوتیں۔" اور ایک مرتبہ فرمایا "اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ فلاسؒ کا قول ہے کہ "متروک ہے"۔ ابن عدیؒ بیان کرتے ہیں: "عام طور پر وہ جو روایت کرتا ہے اس کی کوئی متابعت نہیں ہوتی۔" نسائیؒ فرماتے ہیں کہ

---

[1] رواہ الترمذی ج ۱، ص ۲۰۷ واخرجہ البیہقی ج ۷، ص ۲۹۰ ولذا فی المشکوٰۃ [2] جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی

"ثقہ نہیں ہے۔" ابو حاتم کا قول ہے کہ "وہ متروک الحدیث ہے"۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں "متروک ہے، لیکن حماد بن سلمہؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔" امام دارقطنیؒ، علامہ زیلعیؒ، ابن عراق الکنانیؒ، ابو الوزیر احمد حسن دہلویؒ، ابوسعید محمد شرف الدین دہلویؒ اور علامہ محمد ناصر الدین الالبانی وغیرہ بھی عیسٰی بن میمون کو ضعیف بتاتے ہیں۔[۱۰]

اس حدیث میں تین اہم باتوں کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ نکاح کا اعلانِ عام کرنا ۲۔ مساجد میں نکاح کا انعقاد اور ۳۔ نکاح کے موقع پر دَف اور غربال بجانا۔

"أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ" کا حکم بہت سی دوسری روایات میں بھی ہے، جنہیں امام بیہقیؒ اور ترمذیؒ کے علاوہ امام احمد، بزار، طبرانی (فی الکبیر والاوسط) اور ابنِ ماجہ وغیرہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[۱۱] ان روایات میں سے امام احمدؒ کی روایت کے رجال ثقات ہیں۔ ابنِ ماجہ کی روایت[۱۲] کی تخریج بیہقیؒ اور ابو نعیم اصفہانیؒ[۱۳] نے بطریق نصر بن علی الجھضمی عن عیسٰی بن یونس عن خالد بن الیاس عن ربیعہ ابن فروخ عن القاسم عن عائشہؓ مرفوعاً کی ہے۔ لیکن ابو نعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ "اس کی اسناد میں خالد بن الیاس کا تفرد ہے۔" امام بیہقیؒ فرماتے ہیں "زوائد میں ہے کہ وہ ضعیف ہے۔" اور "اس کے ضعف پر اتفاق ہے، بلکہ ابنِ حبانؒ، حاکمؒ اور ابوسعید النقاشؒ نے اس کی نسبت وضعِ احادیث کی طرف بھی کی ہے۔"[۱۴]

بعض روایات میں "اعلنوا النکاح" کی جگہ "اظہروا النکاح" کے الفاظ بھی مروی ہیں[۱۵]۔ علامہ ابنِ قدامہ مقدسیؒ بیان کرتے ہیں کہ "امام احمدؒ نے فرمایا کہ نکاح کا اظہار و اعلان کرنا مستحب ہے اور یہ بھی کہ اس موقع پر دف بجائی جائے تا آنکہ لوگوں میں یہ نکاح معروف و مشتہر ہو جائے۔"[۱۶]

۱۰۔ تاریخ یحییٰ بن معین ج ۴ ص ۴۹، تاریخ الکبیر للبخاریؒ ج ۳ ص ۴۰۲، تاریخ الصغیر للبخاریؒ ج ۲ ص ۱۳۹، ضعفاء الصغیر للبخاریؒ ترجمہ ۲۹۶، الضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ترجمہ ۱۴۳۲، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۲۸۷، المجروحین لابن حبانؒ ج ۲ ص ۱۱۴، کامل فی الضعفاء لابن عدی ص ۱۵ ترجمہ ۱۸۸۱، ضعفاء والمتروکین للنسائی ترجمہ ۴۲۵، ضعفاء والمتروکین للدارقطنیؒ ترجمہ ۴۱۴، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۳ ص ۳۲۵، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۸ ص ۲۳۶، تقریب التہذیبؒ ص ۴۴۳، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ للکنانیؒ ج ۱ ص ۹۴، نصب الرایہ للزیلعی ج ۳ ص ۱۶۷-۱۶۸، تنقیح الرواۃ ج ۳ ص ۱۳، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ ص ۱۵۱ و سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰۔ ۱۱۔ منتقی الاخبار للشیخ ابن تیمیہؒ مترجم ج ۲ ص ۳۲۱ و مجمع الزوائد للہیثمیؒ ج ۴ ص ۲۸۹۔ ۱۲۔ سنن ابنِ ماجہ حدیث نمبر ۱۸۹۵۔ ۱۳۔ الحلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ج ۳ ص ۲۶۵۔ ۱۴۔ نصب الرایہ للزیلعیؒ ج ۳ ص ۱۶۷-۱۶۸ و الحلیۃ الاولیاء (باقی اگلے صفحہ پر)

ان تمام روایات سے یہ حکم تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ نکاح کا اعلانِ عام اور اظہار، نکاح کے انعقاد کے لیے شرط کا درجہ رکھتا ہے اور مساجد کی اجتماعی و مرکزی حیثیت کے پیشِ نظر نمازیوں کی موجودگی میں مساجد میں نکاح کرنا اعلانِ عام کی شرط بطریقِ احسن پوری کر دیتا ہے، لیکن صرف مساجد میں ہی نکاح کرنے کو انعقادِ نکاح کی دوسری شرط بنا دینا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ کیونکہ،

۱ ترمذیؒ و بیہقیؒ کی مندرجہ بالا حدیث، جس میں مساجد میں نکاح کرنے کا حکم ملتا ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

۲ مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات پر نکاح کرنا بھی خیر القرون سے آج تک امت میں نسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا حدیث متفقہ طور پر ضعیف ہے۔ جہاں تک امام ترمذیؒ کی تحسین کا تعلق ہے، تو اولاً امام ترمذیؒ کی تحسین کوئی حجت نہیں ہے۔ کیونکہ آں رحمہ اللہ اس معاملہ میں کافی متساہل واقع ہوئے ہیں[17]۔ ابن دحیہؒ بیان کرتے ہیں کہ: "امام ترمذیؒ نے کتنی احادیث موضوعہ اور اسانیدِ داھیہ کی تحسین فرمائی ہے۔" اور امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: علماء امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے ہیں[18]۔" ثانیاً امام ترمذیؒ کی تحسین اس حدیث کے فقرۂ اولیٰ کے لیے ہے جس کے لئے عبداللہ بن زبیرؓ کی مرفوع حدیث شاہد و مؤید ہے، جسے خود امام ترمذیؒ نے "بَابُ مَا جَاءَ فِي إِعْلَانِ النِّكَاحِ" میں وارد کیا ہے۔ اس پہلے فقرہ کی شہادت کتاب "آداب الزفاف[19]" اور "ارواء الغلیل[20]" میں بھی مذکور ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مسجد میں انعقادِ نکاح کوئی ثابت شدہ شرط نہیں ہے۔ مساجد میں نکاح کروانے کو ایک اچھی اور اصلاحی تحریک قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کو معاشرہ میں عام کرنے سے بلاشبہ معاشی طور پر پسماندہ اور متوسط طبقہ کے لوگ اپنی بہن بیٹیوں کی شادی کے بہت سے تکلفات اور اخراجات مثلاً استقبالیہ، شامیانوں، قناتوں، قالینوں، صوفوں، کرسیوں،

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) ابونعیم اصفہانی ج ۳ ص ۲۶۵، [14] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للشیخ الالبانی ج ۱ ص ۲۰۹، [15] المغنی لابن قدامہ ج ۶ ص ۵۳۸، [16] ایضاح ج ۶ ص ۵۳، [17] مقدمہ تحفۃ الاحوذی للشیخ عبدالرحمن المبارکپوریؒ، [18] مقالات الکوثری ص ۳۱۱ وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی ج ۱ ص ۳۶، [19] آداب الزفاف ص ۹۷، [20] ارواء الغلیل ج ۷ ص ۲۰۵۳۔

رنگا رنگ آرائشوں اور قمقموں وغیرہ سے بچ جائیں گے۔ نیز مسجد بہر حال جائے رہائش یا کسی اور مقام سے بدرجہا بہتر اور بابرکت مقام ہے۔ جہاں کے پاکیزہ ماحول میں اگر نئے شادی شدہ جوڑے کی خوشحالی، دین و ایمان کی سلامتی اور باہمی الفت و مفاہمت کی دعاء کی جائے تو زیادہ امید ہے کہ مقبول و مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حصولِ برکت[21] کے لئے مسجد کو ترجیح دینا تو درست ہے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے تمام مقامات کو قطعاً حرام سمجھنا بھی ایک فاش غلطی ہے۔ چنانچہ اس معاملہ میں کسی طرح کی شدت اور افراط و تفریط کا معاملہ کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ جس طرح کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے انتہائی شدت کا مؤقف اختیار کیا ہوا ہے:

۱ "ان سب کو قرآن کی ہدایت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مطابق انجام دینا بھی سنت ہے۔ شادی بیاہ کی تقریبات کو صرف مسجد میں نکاح کے انعقاد تک محدود رکھنا ہی سنت نہیں بلکہ اس معاملے میں دیکھنا بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ شادی بیاہ کے سلسلہ میں ہم کون کون سی ایسی رسومات کے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں جن کا اللہ کے دین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ سراسر غیر اسلامی اور خلافِ سنت ہیں۔"[22]

۲ "راقم الحروف آئندہ ...... نہ کسی ایسی تقریب نکاح میں شرکت کرے گا جو مسجد میں منعقد نہ ہو......!"[23]

۳ "کسی ایسی نکاح کی تقریب میں شرکت نہیں کروں گا جو مسجد میں منعقد نہ ہو۔"[24]

اس کے بعد اب نکاح کے موقع پر دلہن کے گھر والوں کی طرف سے دولہا اور باراتیوں (دوست، احباب، اعزاء، اقارب، زور و ضیوف) کی ضیافت کرنے کا مسئلہ پیشِ نظر ہے۔ اس سلسلہ میں جناب ڈاکٹر صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے ضمن میں دعوتِ ولیمہ کی تاکید تو فرمائی ہے (جو عموماً دولہا یا اس کے گھر والوں کی جانب سے ہوتی ہے) لیکن دلہن یا اس کے گھر والوں کی جانب سے دعوتِ طعام اور مہمانوں کی ضیافت

۲۱ـ تنقیح الرواۃ ج ۲ صفحہ ۱۳، بحوالہ کشف و کنز العمال و فتح الباری و نیل و میزان و فیض القدیر ۲۲ـ شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن .... ا/ صفحہ ۴۲ ۲۳ـ ایضاً صفحہ ۱۲، ۲۴ـ ایضاً صفحہ ۴۵

کرنا سنت سے ثابت نہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :

۱۔ "نکاح کے موقع پر دعوتِ طعام سے احتراز کا معاملہ البتہ ذرا کڑوی گولی ہے جو آسانی سے حلق سے نہیں اترتی۔ لیکن ذرا غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ پہلے معاملے سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہے۔"[۲۵]

۲۔ "پس اگر نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کے یہاں بھی دعوتِ طعام کوئی اچھا کام ہوتا اور اس میں کوئی بھی خیر کا پہلو موجود ہوتا تو کیا اللہ کے رسولؐ ہمیں اس کا حکم نہ دیتے ؟ یا کم از کم درجہ استحباب ہی میں اس کا ذکر نہ فرماتے ؟ اور جب اس کا کوئی ذکر ہمیں کسی حدیث میں نہیں ملتا، تو کیا یہ ایک خواہ مخواہ کی بدعت نہیں ؟ الخ"[۲۶]

۳۔ "راقم الحروف آئندہ :... نہ نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کے ہاں کسی دعوتِ طعام میں شریک ہو گا۔ الخ"[۲۷]

۴۔ "میں نکاح کے موقع پر کسی دعوتِ طعام میں شامل نہیں ہوں گا۔ کیونکہ خیر القرون سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ شادی کے ضمن میں لڑکے والوں کی طرف سے دعوتِ ولیمہ مسنون ہے، جس کا ثبوت ہی نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی حکم ملتا ہے۔"[۲۸]

اس سلسلہ میں بھی محترم ڈاکٹر صاحب نے انتہائی شدت اور افراط و تفریط کا موقف اپنایا ہے۔ ذیل میں پہلے یہ بتایا جائے گا کہ اصحابِ لغت اور فقہاء کے نزدیک ولیمہ کی تعریف کیا ہے ؟ پھر دلہن کے گھر نکاح کے وقت یا رخصتی کے وقت دعوتِ طعام کی تشریعی حیثیت پر بحث ہوگی، اس کے بعد اس دعوتِ طعام کے جواز کی علتیں اور سنتِ نبویؐ و خیر القرون میں اس دعوت کا ثبوت پیش کیا جائے گا۔ اور اختتام پر بعض معروف علماء کے فتاوے بھی نقل کئے جائیں گے۔ وما توفیقی إلا باللہ!

(جاری ہے)

---

[۲۵] شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن ..... الخ صفحہ ۹ ، [۲۶] ایضاً صفحہ ۱۰۹ ، [۲۷] ایضاً صفحہ ۱۲ ،
[۲۸] ایضاً صفحہ ۴۵